شادی کے ساتھ انسانی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں

(فرمودہ ۷۔ ستمبر ۱۹۴۰ء)

۷۔ ستمبر ۱۹۴۰ء بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ بنت حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کا نکاح پانچ ہزار روپیہ مہر پر جناب ملک عمر علی صاحب بی اے رئیس ملتان کے ساتھ پڑھا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب چونکہ علالت طبع کی وجہ سے اس تقریب میں شریک نہ ہو سکے اس لئے حضور نے حضرت میر صاحب کی درخواست پر اس نکاح کی منظوری کا اعلان فرمایا اس کے بعد حضور نے مولوی عبد المنان صاحب عمر ایم اے خلف حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر محترمہ امتہ الرحمٰن بیگم صاحبہ بی۔ اے بی ٹی بنت حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ساتھ پڑھا۔ اس موقع پر حضور نے مولوی رحمت علی صاحب سابق مبلغ سماٹرا و جاوا کی لڑکی رحمت النساء بیگم صاحبہ کا نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر ماسٹر قمر الدین صاحب مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ساتھ پڑھا۔[1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

دنیا میں نکاح بھی ہوتے ہیں اور بچے بھی پیدا ہوتے ہیں، لوگ بیمار بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں، ایک گھر کے کونہ میں ایک لاش دفنانے کی منتظر پڑی ہوتی ہے تو دیوار کے دوسری جانب ایک دلہن سرخ جوڑا پہنے اپنے رخصتانہ کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہوتی ہے پھر یہی چیز کچھ دنوں کے بعد بدل جاتی ہے۔ وہ گھر جس میں سے گانے کی آوازیں آرہی تھیں وہ کسی نئی مصیبت کی وجہ سے چیخ و پکار کا مرجع بن جاتا ہے اور وہ گھر جس میں سے رونے چلانے

کی آوازیں آرہی تھیں وہاں کسی شادی کی وجہ سے گانا بجانا ہو رہا ہوتا ہے۔ ایک وقت میں ایک انسان اس دنیا سے جدا ہو رہا ہوتا ہے اور اس کی اولاد اس کے رشتہ دار اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ کون ساری عمر کسی آدمی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر سکتا ہے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد ہی وہی آدمی بوڑھے ہو جاتے ہیں اور اگلی نسلیں ان سے ویسا ہی سلوک کرنے لگ جاتی ہیں۔ ان دنوں شاید ان کو خیال آتا ہو گا کہ اگر ہم اپنے ماں باپ سے یہ سلوک نہ کرتے تو ہماری اولادیں بھی ہم سے یہ سلوک نہ کرتیں مگر یہ سلسلہ چلتا ہے چلتا ہے اور چلتا چلا جاتا ہے۔ بائیبل میں بہت سی باتیں غلط ہیں لیکن اس میں بعض نکتے بھی ہیں ان ہی میں سے ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ تیرے بیٹے کو غیر گھر کی ایک عورت آکر اپنا بنا لے گی اور تیری طرف سے اس کے دل کو بالکل پھرا لے گی۔ کس طرح یہ نظارے روزانہ گھروں میں نظر آتے ہیں، کس طرح وہ بچہ جو ماں کی چھاتیوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔ جس کی غذا ماں کی چھاتیوں کے دودھ سے تیار ہوتی تھی اس کا دودھ ماں نے کس مصیبت سے چھڑایا، کس طرح وہ راتوں کو چیختا بلبلاتا اور شور مچاتا تھا اور کس طرح اس کا تمام سکھ اور آرام ماں میں ہی مرکوز ہوتا تھا، کس طرح کونین لگا لگا کر نوشادر لگا لگا کر اور کیا کیا بلائیں لگا لگا کر اس نے اپنے پستان کو اس کے لئے مکروہ بنایا اور کن کن مصیبتوں سے اس کا دودھ چھڑایا۔ پھر جب وہ روٹی کھانے لگ گیا تو اس وقت بھی وہ ہر وقت اپنی ماں کا دامن پکڑے رہتا تھا اور ایک منٹ کے لئے بھی اپنی ماں سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ وہ شادی کر کے لایا اور اس شادی کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہی بچہ جو بچپن میں اپنی ماں کی گود سے نہیں اترتا تھا جو اس کے پستانوں سے دودھ پیتا تھا اور جس کا دودھ چھڑایا گیا تو سارا دن وہ ریں ریں کرتا رہتا تھا ذرا ماں اس کی آنکھوں سے اوجھل ہوتی تو وہ اماں اماں کہہ کر چیخیں مارنے لگ جاتا شادی کے بعد اس کی اپنے ماں باپ کی طرف توجہ ہی نہیں رہتی۔ مگر اس کے بیوی اور بچے ہی اس کی خوشیوں کا مرکز بن جاتے ہیں اور اگر کوئی آدمی اس کو نصیحت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو اپنے ماں باپ کی خدمت کرنی چاہئے اگر تو وہ شریف ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے بھی خیال ہے مگر گھر کے اخراجات سے کچھ بچتا ہی نہیں۔ آخر میری بیوی ہے بچے ہیں اور میرے ذمہ ان سب کے اخراجات ہیں میں ان اخراجات کو پہلے پورا کروں تو پھر کسی اور کی خدمت کروں۔ گویا جن کی گودوں میں وہ پلا تھا ان کو اب اپنے گھر سے باہر سمجھنے لگ جاتا ہے اور اگر وہ غیر شریف ہوتا

ہے تو سات صلواتیں سنادیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کردوں؟
خدا نے مجھے اپنے فضل سے جوانی کے ایام سے ہی ایسے مقام پر رکھاکہ میرے سامنے کسی کو ایسے الفاظ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی مگر پھر بھی بعض لوگوں کے فقرے مجھے پہنچ جاتے ہیں اور مجھے ان کے سننے کا اتفاق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میرے پاس بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ ایک نوجوان کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اپنے ماں باپ کی خدمت کیا کرے تو اس نے بڑے جوش سے کہا کیا میں اپنے ماں باپ کے لئے بچوں کو فاقے ماردوں اسے یہ فقرہ کہتے ہوئے ذرا بھی خیال نہ آیا کہ انہوں نے فاقے کر کر کے ہی اسے پالا تھا۔ تو شادی جہاں اپنے ساتھ بڑی بڑی برکتیں لاتی ہے وہاں بڑے بڑے ابتلاء بھی لاتی ہے اور انسان کی آزمائش درحقیقت اس کی شادی کے ساتھ ہو جاتی ہے۔
پس جہاں شادی انسان کے لئے ایک نئی جنت پیدا کرتی ہے وہاں یہ پہلی بنی ہوئی جنت سے انسان کو محروم بھی کر دیتی ہے۔ مجھے ہمیشہ ہی حیرت آتی ہے کہ بات تو وہی ہوتی ہے مگر لوگ اور طرف منہ کر کے قربانی کر دیتے ہیں اور اخلاقی طور پر مجرم سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ دوسروں کے لئے قربانی کر رہے ہیں اگر یہ قربانی آگے کی طرف کرنے کی بجائے لوگ پیچھے کی طرف منہ کر کے کرتے تو پھر بھی دنیا اسی طرح رہتی مگر وہ اخلاقی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ سمجھی جاتی۔ اگر باپ بجائے اس کے کہ بچوں کی طرف زیادہ توجہ کرتا اپنے ماں باپ کی طرف توجہ کرتا تو اس کے بچے اس کی طرف توجہ کرتے اور دنیا پھر بھی چلتی چلی جاتی مگر اخلاقی ذمہ داریاں پوری ہو جاتیں۔ اب تو ایسی ہی بات ہے جیسے گاڑی کے پیچھے بیل جوت لیا جائے۔ آج دنیا نے بے شک ترقی کا یہ ایک ذریعہ قرار دیا ہے کہ ہر باپ اپنے بچوں کی طرف توجہ کرے لیکن اگر ہر شخص اپنے ماں باپ کی طرف منہ کرتا تو دنیا اسی طرح چلتی رہتی صرف یہ ہوتا کہ لوگ اخلاقی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جاتے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔[2] اس حدیث کے اور بھی معنی ہیں لیکن ایک معنی یہ بھی ہیں کہ انسان اس طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں تو دنیا کا فتنہ وفساد دور ہو جائے۔ اگر بجائے اگلی نسل کا فکر کرنے کے وہ پچھلی نسل کا فکر کرتے تو اول تو دادا دادی بلاوجہ یہ نہ کہتے کہ پوتوں کا خیال نہ رکھا جائے اور اگر بعض لوگ کہتے بھی تو ان کی نسل ان کی خدمت کرنے لگ جاتی۔ بہرحال شادی کے ساتھ انسانی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں، بے شک

اس کا آرام بھی بڑھتا ہے، اس کی راحت بھی بڑھتی ہے لیکن اگر وہ اپنی پچھلی ذمہ داریوں کو ترک کردے تو بسا اوقات اسے نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ حالانکہ انسان اگر غور کرے تو وہ اپنے شرف کو پچھلے لوگوں سے ہی حاصل کرتا ہے بے شک بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص گو ادنیٰ اخلاق کا آدمی ہوتا ہے لیکن اس کی اولاد کی وجہ سے اسے عزت حاصل ہوتی ہے لیکن اکثر اسے عزت اس وجہ سے حاصل ہوتی ہے کہ وہ اچھے خاندان میں سے ہوتا ہے۔ کہتا ہے میں ایسے خاندان میں سے ہوں ایسے ماں باپ کا بیٹا ہوں۔ مگر کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اس کی عزت تو اپنے ماں باپ سے وابستہ ہوتی ہے مگر وہ ان کی خدمت نہیں کرتا اور نہ ان سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا ہے۔ ان ہی نقائص کو دور کرنے کے لئے رسول کریم ﷺ نے ہدایت دی ہے کہ عَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ ۔ [۳] تم دیندار عورت کو لاؤ وہ تمہاری ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں تمہاری مددگار ہوگی۔ تم غور کرکے دیکھ لو جہاں کوئی دیندار عورت آئے گی وہ ایسے رنگ میں کام کرے گی جو دین کو فائدہ پہنچانے والا ہوگا اور دین کسی خاص چیز کا نام نہیں دین نماز کا نام ہے، دین روزے کا نام ہے، دین حج کا نام ہے، دین زکوٰۃ کا نام ہے، دین محنت کا نام ہے، دین روحانیت کا نام ہے غرض دین ہزاروں چیزوں کا نام ہے۔ ایک پیشہ ور جو اپنے پیشہ میں محنت سے کام کرتا ہے وہ دیندار ہے، ایک نوکر جو اپنی نوکری میں محنت سے کام لیتا ہے وہ دیندار ہے، ایک مزدور جو محنت سے مزدوری کرتا ہے، دیندار ہے، ایک زمیندار جو اچھی طرح ہل چلاتا ہے دیندار ہے، غرض دینداری ایک وسیع چیز کا نام ہے۔ پس عَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ کے معنے یہ ہیں کہ وہ خود اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے والی ہو اور خاوند کو اس کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مدد دینے والی ہو جب یہ چیز پیدا ہو جائے تو لازمی طور پر فتنہ و فساد مٹ جاتا ہے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص صرف اپنا حق مانگتا ہے لیکن دیندار دوسرے کو اس کا حق دلاتا ہے۔ جیسے میں نے ابھی کہا ہے کہ اگر بچوں کی خدمت کی بجائے انسان ماں باپ کی خدمت کرے تو اس کے بچے اس کی خدمت کرنے لگ جائیں گے اور اپنا حق لینے کی بجائے دوسروں کو اس کا حق دیں۔ اس طرح اگر انسان دوسروں کو ان کے حقوق دلوائے اور اپنے حق پر اصرار نہ کرے تو حقوق پھر بھی ملتے ہیں مگر امن کے قیام میں بہت مدد ملے گی۔ اگر خاوند بیوی سے کہے کہ تم میرے ماں باپ کی خدمت کرو اور بیوی خاوند سے کہے کہ تم میرے ماں باپ سے حسن سلوک کرو تو اگر وہ دونوں خاندان شریف ہیں تو بیوی خاوند

کے ماں باپ کی خدمت کرے گی اور خاوند بیوی کے ماں باپ کی خدمت کرے گا۔ لیکن اگر اس کی بجائے بیوی خاوند کو توجہ دلائے کہ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کیا کرو اور خاوند بیوی کو توجہ دلائے کہ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کیا کرو تو بات پھر بھی وہی ہوگی مگر فرق یہ ہوگا کہ درمیان میں سے ذاتی غرض جاتی رہے گی اور یہ توجہ دلانا نیکی بن جائے گا۔ کیونکہ یہ اپنے حق کا مطالبہ نہیں ہوگا بلکہ ایک نیکی کی راہ پر دوسرے کو چلانا ہوگا۔ گو اس صورت میں بھی حق اسی طرح مل جائے گا جس طرح پہلی صورت میں لیکن بجائے اس کے لوگ یہ کرتے ہیں کہ اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر لوگ دوسروں کے حقوق دلوانے کی کوشش کریں تو ان کے اپنے حق بھی انہیں مل جائیں اور دنیا میں بھی امن قائم ہو جائے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص نیکی کی تحریک کرتا ہے اسے دو ثواب ملتے ہیں ایک نیکی کی تحریک کا اور ایک اس نیکی کا جو دوسرا شخص اس کی تحریک پر کرے۔ پس دوسروں کے حقوق دلواؤ تاکہ دنیا میں امن قائم ہو۔ اگر ایک عورت یہ کہے کہ میرے ماں باپ سے حسن سلوک کرو اور خاوند کہے کہ میرے ماں باپ کی خدمت کرو تو اس میں خود غرضی پائی جائے گی لیکن اگر خاوند عورت سے کہے اپنے ماں باپ کی خدمت کیا کرو اور عورت خاوند سے یہ کہے کہ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کیا کرو تو اس کے نتیجہ میں بھی دونوں کے والدین کی خدمت ہوتی رہے گی لیکن اس کے ساتھ ہی دونوں کا فعل نیکی اور تقویٰ قرار دیا جائے گا۔

تو رسول کریم ﷺ نے عَلَیْکَ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ ۔ فرما کر اس طرف توجہ دلائی ہے۔ دین کے معنی فرض اور واجبات کے ہوتے ہیں اور عَلَیْکَ بِذَاتِ الدِّیْنِ کے معنی یہ ہیں کہ تم اس عورت کو لاؤ جو اپنے واجبات اور فرائض کو سمجھنے والی ہو۔ اس طرح عورت کے لئے ایسا خاوند تلاش کرو جو اپنے فرائض اور واجبات کو سمجھنے والا ہو۔ جب دونوں اپنے اپنے فرائض اور واجبات کو سمجھیں تو لازماً دنیا میں امن قائم ہوگا اور جب دونوں اپنے اپنے فرائض سمجھیں گے تو وہ ثواب میں بھی شریک ہوں گے جیسے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہترین گھر وہ ہے جس میں تہجد کے وقت اگر بیوی کی آنکھ نہیں کھلتی تو خاوند پانی کا چھینٹا اس کے منہ پر مارتا ہے اور اگر خاوند کی آنکھ نہیں کھلتی تو بیوی اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارتی ہے [۴] یہ گویا ایک دوسرے کے فرائض کو یاد دلانے کی رسول کریم ﷺ نے ایک مثال دی ہے اور بتایا ہے کہ مرد اور عورت کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

پس شادی کرتے وقت ہر انسان کو اس ذمہ داری کے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے جو اس پر عائد ہوتی ہے۔ اس خیال سے شادی نہیں کرنی چاہئے کہ ایک ایسی عورت آئے جو میری خدمت کرے بلکہ اس نیت اور اس ارادہ سے شادی کرنی چاہئے کہ ایک ایسی عورت آئے جو اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے مجھے اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائے اور ہم دونوں مل کر ان فرائض اور واجبات کو ادا کریں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عائد کئے گئے ہیں۔ اگر اس رنگ میں شادیاں کی جائیں تو لازماً فساد مٹ جائے گا خاوند بیوی کے رشتہ داروں سے کبھی بدسلوکی نہیں کرے گا اور بیوی خاوند کے رشتہ داروں سے کبھی بدسلوکی نہیں کرے گی بلکہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہوں گے۔ یہی ذریعہ ہے جو دنیا میں امن قائم کر سکتا ہے۔ جب تک لڑکی کے رشتہ دار اس خیال میں رہیں گے کہ لڑکا اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرے بلکہ ہماری کرے اور جب تک لڑکے کے رشتہ دار اس خیال میں رہیں گے کہ لڑکی اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرے بلکہ ہماری کرے اس وقت تک دنیا کبھی سکھ نہیں پا سکتی۔ جس طرح ہاتھ کے دکھنے سے سر کو سکھ نصیب نہیں ہو سکتا اسی طرح بیوی کے دکھ سے خاوند کو سکھ نصیب نہیں ہوگا، خاوند کے دکھ سے بیوی کو سکھ نہیں ہوگا اور ان دونوں کے دکھ سے ان کے رشتہ داروں کو سکھ نصیب نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس ذمہ داری کو سمجھ لیا جائے اور لوگ اس طرف توجہ کریں تو دنیا کا اس میں فائدہ ہوگا۔ مگر لوگوں کی مثال بعض دفعہ اس بیوقوف کی سی ہو جاتی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے اس سے کہا میاں دھوپ میں کیوں بیٹھے ہو سائے میں آ جاؤ وہ کہنے لگا اگر میں سائے میں آ جاؤں تو تم مجھے کیا دو گے؟ یہ بھی دکھ اٹھاتا ہے تکلیف سہتا ہے مگر اس سایہ کے نیچے نہیں آتا جو رسول کریم ﷺ نے تیار کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں عَلَیْکَ بِذَاتِ الدِّیْنِ مناسب یہی ہے کہ تم ایسی عورت لاؤ جو اپنے فرائض اور واجبات کو سمجھنے والی ہو اسی طرح لڑکی کے لئے ایسا خاوند تلاش کرنا چاہئے جو اپنے فرائض اور واجبات کو سمجھنے والا ہو۔ اگر اس امر کو مدنظر نہیں رکھو گے۔ اور چاہو گے کہ لڑکی ایسی ہو جو صرف تمہاری خدمت کرنے والی ہو یا لڑکا ایسا ہو جو صرف تمہاری خدمت کرنے والا ہو تو تم دکھ پاؤ گے کیونکہ جو شخص دوسروں کے حقوق غصب کرتا ہے وہ صرف دوستوں کو ہی نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ اپنے لئے بھی ظلم کا بیج بوتا ہے۔

حقوق کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے لڑکے بعض دفعہ پندرہ بیس اینٹیں ایک لائن میں

کھڑی کردیتے ہیں اور جب ایک کو دھکا دیتے ہیں تو سب اینٹیں ٹھک ٹھک کرتے ہوئے گر جاتی ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کا حق غصب کرلیتا ہے تو وہ اپنے عمل سے دوسروں کو بھی اس کی تحریک کرتا ہے کہ وہ بھی اس کے حقوق کو غصب کرلیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ اس کے اردگرد ایک ایسا دائرہ بن جاتا ہے جس میں کسی کا حق مارنا گناہ خیال نہیں کیا جاتا اور اس کا نقصان خود اس کو بھی ہوتا ہے۔ لیکن اگر اسے دوسروں کے حقوق کے اتلاف کا خیال نہ ہو بلکہ وہ بجائے اس خیال کے کہ میں ایسی بیوی لاؤں جو میری خدمت کرے یہ ارادہ کرے کہ میں عَلَیْکَ بِذَاتِ الدِّیْنِ کے ارشاد کے مطابق ایسی بیوی لاؤں جو اپنے فرائض اور واجبات کو ادا کرنے والی ہو اور عورت بھی یہ خیال نہ کرے کہ اس کا خاوند ایسا ہو جو صرف اس کی خدمت کرے بلکہ وہ ان فرائض اور واجبات کو ادا کرنے والا ہو جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ تو چونکہ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے گا اور اسے معلوم ہوگا کہ رشتہ دار کے لئے یا سوسائٹی کے لئے یا مذہب کے لئے کس قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے اس لئے ہر شخص دوسرے کے لئے قربانی کرنے والا ہوگا ذاتی آرام اور ذاتی نفع کا خیال کسی کے دل میں نہیں آئے گا۔

پس یہ ایک ایسا راحت اور آرام کا ذریعہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس سے کام لے کر اپنے اردگرد جنت بنا سکتے ہیں اور در حقیقت جب رسول کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت ہے تو آپ کا اسی طرف اشارہ تھا کہ تم اپنے بچوں کا فکر کرکے جنت حاصل نہیں کرسکتے بلکہ اپنی ماں اور اپنے ماں باپ کی خدمت کرکے جنت حاصل کرسکتے ہو۔ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کرو تاکہ جب تم بوڑھے ہو جاؤ تو تمہاری اولاد تمہاری خدمت کرے۔ جب تک تمہارا رخ اگلی طرف رہے گا تمہیں دکھ ہی دکھ ہوگا لیکن اگر پیچھے کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو جاؤ تو تمہارے بچے تمہاری خدمت کریں گے اور دنیا کا دوزخ جنت سے بدل جائے گا۔

(الفضل ۹۔ نومبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳ تا ۵)

[۱] الفضل ۱۰۔ ستمبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۲۔

[۲] کنز العمال جلد ۱۶ صفحہ ۴۶۱ روایت نمبر ۴۵۴۳۹ مطبوعہ حلب ۱۹۷۷ء

[۳] ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی من ینکح علیٰ ثلٰث خصال

[۴] مشکوٰۃ۔ کتاب الصلوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل۔